ABSTRACT

Tor Andrae was born on 9th July, 1885 in Vena. He was a Swedish Scholar of comparative religion and Bishop of linkoping from 1936. Tor Andrae studied theology at Uppsala University. He completed his PhD in 1917. He became professor of History of Religion at the university college of Stockholm. As a historian of religion, his particular interest lay in the history of Isalm, particularly its Jewish and Christian origin, and in the psychology of the religion.

Tor Andrae wrote "Mohammad, Sein Leben und Sein Glaube" in 1932 in German language, which is translated in English by Theophil Menzel in 1935 published by New York press.

This book consist of seven chapters. The writer argued at several places in this book that the fundamental ideas of Islam were borrowed from the Biblical religion is a fact which required no further discussion. The religion of the Prophet both in its form of expression and in its spirit, is related to the dominant piety of the Syrian Churches.

Islam is a complete and an ideal religion which provide guidance for all aspects of life. Hazrat Muhammad (S.A.W) is the last prophet of Allah and the Seerah of the Prophet is an authentic source of Islam.

Like all other orientalists Tor Andrae tried again and again to prove Isalm and ambiguous religion and raised objections on the life of the Prophet Muhammad (S.A.W). Sometimes he tried to proof that the Prophet Muhammad (S.A.W) was an insignificant person in Makkah and fought only for the attainment of power. But All the objections by Tor Andrae on the Social, Economical, Religious and Family life of the Prophet Muhammad (S.A.W) are against the historical facts.

The life of the Prophet Muhammad (S.A.W) based on the completion of the Social objectives. He totally destroyed the old traditions and focused on the equality of human beings. The Seerah of the Prophet Muhammad (S.A.W) is a role model for all Humanity. Through this article, it is tried that all the objections raised by Tor Andrae are baseless and alterations in Seerah of Prophet Muhammad (S.A.W) is impossible.

"Muhammad the Man and his faith"
by
"Tor Andrae"
کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

☆ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

☆☆ فرزانہ اقبال

روئے زمین پر بنی آدم کے ظہور سے شروع ہونے والا سلسلہ رشد وہدایت نبی کریم ﷺ پر ختم ہوا۔ آپ ﷺ کا دین پچھلے تمام انبیاء کے لائے ہوئے مذاہب کا تسلسل اور یہ دین تمام انسانوں کے لیے ہے اور ان کی سیرت کو شریعت اسلامیہ میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

''لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة'' (الاحزاب: آیت نمبر 21)

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ بہترین نمونہ ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ جہاں اعدائے اسلام اور مستشرقین نے بحیثیت مجموعی اسلام کی کلی تعلیمات کو مشکوک اور نا قابل اعتبار ثابت کرنے میں اپنی توانائیاں صرف کیں وہاں انہوں نے سنت نبوی میں بھی سقم اور تشکیک کی آمیزش کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ تا کہ اسلام کے مکمل اور شفاف ضابطہ حیات کو بھی دیگر ادیان کے مذہبی ماخذوں کی طرح مسخ کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں دشمنان اسلام نے تحریک استشراق کی بنیاد رکھی۔ مستشرقین نے اسلامی تعلیمات پر حملہ آور لٹریچر کو شائع کیا۔

اسلام پر ہونے والی اس نظریاتی یلغار کو روکنے، اور اسلام خصوصاً سیرت النبی ﷺ پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے منہ توڑ تحقیقی اور علمی جوابات کے سلسلے میں ہمارے علماء نے بہت کچھ لکھا ہے یہ مستشرقین کے مقابلے میں تاخیر سے ہوا۔ لیکن ہر بات کا جواب دیا گیا۔

اسلام پر مستشرقین کے حملوں اور ان کے جوابات کی اشد ضرورت کے پیش نظر "Tor andrae" کی کتاب ''Mohammed The man and his faith'' کا انتخاب کیا۔ تا کہ سیرت کے حوالے سے اس کے مندرجات کا تحقیقی جائزہ لیا جا سکے۔

☆ ڈائریکٹر سیرت چیئر، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

☆☆ پی ایچ ڈی سکالر

ٹار انڈرائے (Tor Andrae) کا تعارف:

پیدائش:

ٹار جولیس الیفرین انڈرائے (Tor Julius Afrain Andrae) 8 جولائی 1885ء کو جنوبی سویڈش ملک کے کلیسائی حلقے "وینا" میں پیدا ہوئے۔ نو بچوں میں ان کا آٹھواں نمبر اور چار بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ ان کے والد کا نام .Rev Anders John Andrae اور والدہ کا نام Lda Carolina ہے۔(1)

ابتدائی تعلیم:

ان کا تعلق ایک کلرکوں کے خاندان سے تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی اس بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ 1903ء میں اپسلہ یونیورسٹی (Uppsala Univeristy Sweden) میں داخل ہوئے۔ 1904ء میں آرٹس میں گریجویشن کیا اور 1906ء میں دینیات میں گریجویشن کیا۔ 1917ء میں انہوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔(2)

سوانح حیات:

1927ء میں وہ یونیورسٹی کالج آف سٹاکھالم تاریخ ادیان کا پروفیسر مقرر ہوئے اور اسی شعبہ میں انہوں نے اپسلہ یونیورسٹی میں 1929ء میں بطور پروفیسر اپنی خدمات انجام دیں۔ 1929ء ہی میں وہ اپسلہ یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ ادیان کے چیئرمین منتخب کئے گئے جو کہ 1914ء میں ندن سودربلوم (Nathan Soderblom) کے پادری منتخب ہونے کے بعد خالی ہوئی۔ 1936ء میں موسم گرما کے چند ہفتوں کے وقفہ کے سوائے بیک وقت دو یونیورسٹیوں میں پڑھاتے رہے۔(3)

1932ء میں وہ سویڈش اکیڈمی (Swedish Academy) کا رکن بنے۔ 1936ء میں وہ لنکوپنگ (Linkoping) کا بشپ اور اسی سال کلیسائی معاملات کا وزیر (Minister of Ecclestical affairs) مقرر ہوئے۔ یہ کلیسائی وزیر (Ecclestical Minister) ایک قدیم نام ہے۔ جسے جدید زبان میں وزیر تعلیم (Minister of Education) کہا جاسکتا ہے۔

1917ء تا 1928ء تک 9 سال تک بیک وقت یونیورسٹی کی ذمہ داریوں کے ساتھ Gamla Upsala (Old Upsala) جو کہ یونیورسٹی اور چرچ کے شمالی جانب چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے) میں بھی اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔(4)

تصانیف:

1۔ Mohammed, Sein Leban und Sein Glaube 1932.

ٹاراندرائے کی یہ کتاب جرمن زبان میں لکھی گئی جس کے سپین اور اٹلی کی زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔اس کے انگلش ترجمے کا نام Mohammed the man and His Faith ہے۔ جسے تھیوفل منیزل (Theophil Menzil)نے 1935ء میں انگریزی زبان میں ترجمہ کیا۔(5)

2. Budhism Meditation
3. In the garden of myrthles studies in early Islamic Mysticism.
4. Divine revelation in Pali Budhism.
5. Budhism and Christianity.
6. The Philosophical Tradition of India (6)

Mohammed the man and His faith لکھنے کے مقاصد ومنہج:

ٹاراندرائے نے 1936ء میں یہ کتاب لکھی۔ یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔مصنف کے دور میں تحریک استشراق اپنے عروج پر تھی۔اس دور میں مطالعہ اور تحقیق کا دائرہ کار محدود نہ رہا بلکہ عقائد،اسلام،قرآن،حدیث،پیغمبر اسلام کی سیرت وسوانح پر کثرت سے لکھا گیا۔اس دور میں مستشرقین کا معیار تحقیق واستدلال بھی بلند ہوا۔

''مصنف'' نے جتنی بھی غیر مسلموں کی کتب استعمال کی ہیں وہ سب اسلام کے بدترین دشمن ہیں ان میں کیتانی،ولہاؤرن ،والٹیئر ،کارلائل،سیورے،ڈانٹے،بھل سرفہرست ہیں۔

اسلامی کتب سیرت میں سے سیرت ابن سعد،ابن ہشام اور طبری کو ماخذ بنایا ہے۔لیکن وہ بھی صرف ان حقائق کے لئے جو کہ نا قابل تبدیل ہیں اور ان میں کسی بھی طرح سے تحریف ممکن نہیں۔

یہ بات سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ کمزور اور ٹیڑھی بنیادوں پر کھڑی عمارت نہ تو مضبوط ہوگی اور نہ ہی خوبصورت کسی بھی تحقیقی کام کے معتبر یا مصدقہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں معتبر مصادر استعمال کئے جائیں اور موضوع کے حوالے سے ماہرین وعلماء ان پر بالاتفاق اعتبار کرتے ہوں۔تبھی وہ تحقیق درست تصور کی جاتی ہے۔لیکن انڈرائے کی کتاب اس شرط پر پوری نہیں اترتی۔

نیز موصوف نے کتاب کے مقدمہ میں ہی اس تعصب کا اظہار کیا ہے کہ اسلام کے بنیادی نظریات یہودیت اور عیسائیت سے لیے ہیں(7)اور ان کے اس نظریے کی جھلک ان کی پوری کتاب میں نظر آتی ہے نیز اپنے اس نظریئے کو ثابت کرنے کے لئے متعدد تاریخی حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے متعصب مستشرقین کی کتب سیرت کو استعمال کیا ہے۔جس کی بناء پر یہ کتاب غیر معتبر ہے۔

مصنف نے کتاب کو لکھتے ہوئے انداز تحریر اور جمع و تدوین مواد میں صحیح و مستقیم میں امتیاز کا کوئی خیال نہیں رکھا نیز موصوف جانبداری اور روایتی مستشرقانہ انداز کو نہیں چھوڑ سکے اور اس سب سے بحیثیت مجموعی اس کتاب کو سیرت پر مستند یا معتبر کتاب قرار نہیں دیا جا سکتا۔

آپ ﷺ کی سیرت پر اعتراضات

معاشرتی زندگی پر اعتراض:

2۔ محمد ﷺ کی شخصیت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"When Mohammed lived in Mecca he was an insignifcant man."(8)

''جب محمد (ﷺ) مکہ میں رہائش پذیر تھے تو وہ ایک غیر اہم شخصیت تھے''

مستشرق موصوف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مکہ میں وہ ایک غیر اہم شخصیت تھے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ تمام تر مخالفت کے باوجود مشرکین مکہ آپ ﷺ کو صادق وامین اور اپنی تمام تر معاندانہ کاروائیوں کے باوجود اپنی قیمتی چیزیں اسی امی کے پاس بطور امانت رکھواتے۔ بعثت کے بعد جب آپ ﷺ نے کوہ صفا پر تشریف فرما ہو کر قریش سے سوال کیا کہ اگر میں تمھیں اس پہاڑ کے پیچھے سے بڑی فوج کیا آمد کی اطلاع دوں تو کیا تم میری بات مان لو گے تو انھوں نے بلا تردد جواب دیا کہ ہم آپ کی بات صحیح تسلیم کر لیں گے کیونکہ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

''کفار مکہ آپ ﷺ کو صادق اور امین کہ کر پکارتے حجر اسود کو اپنے مقام پر رکھنے کے لئے جو تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اس تنازعہ کے تصفیے کے لئے انہوں نے جس اطمینان سے حضور ﷺ کو تسلیم کیا تھا، شاید کسی دوسرے کو اس اطمینان کے ساتھ حکم تسلیم نہ کر سکتے۔ حجر اسود کی تنصیب کے وقت جب قریش کے قبائل کے درمیان چار، پانچ روز تک جھگڑا چلتا رہا آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ جو شخص صبح سب سے پہلے مسجد کے دروازہ سے داخل ہو وہ اس کا فیصلہ کرے۔ دوسرے دن آپ ﷺ سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں سے تھے۔ جب لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا کہ یہ امین ہیں یہ جو فیصلہ بھی کریں گے ہم اس پر راضی ہیں۔ (9)

ابولہب آپ ﷺ کو اپنے پائے کا انسان سمجھتا تھا اس لئے اس نے اپنے دو بیٹوں کے نکاح آپ کی بیٹیوں سے کئے تھے۔ لہٰذا اس سے کہیں سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مکہ میں غیر اہم شخصیت تھے۔

آپ ﷺ کی مذہبی زندگی پر اعتراضات:

1۔ واقعہ معراج کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"The mid night journey to jerusalem which is oppenents took

more seriously than the Prophet himself desired, was probably a dream."(10)

''آدھی رات کے وقت یروشلم کی طرف سفر جو کہ ان کے مخالفین نے پیغمبر ﷺ کی نسبت بہت ہی سنجیدگی سے لیا، غالباً خواب تھا''

واقعہ معراج پر ''مصنف'' نے واقعہ معراج کو خواب قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس واقعہ کی تفصیل قرآن مجید اور احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر یوں بیان کیا ہے۔

سُبۡحَانَ الَّذِیۡ أَسۡرَی بِعَبۡدِہِ لَیۡلاً مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ إِلَی الۡمَسۡجِدِ الأَقۡصَی الَّذِیۡ بَارَکۡنَا حَوۡلَہُ لِنُرِیَہُ مِنۡ آیَاتِنَا (11)

''پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔''

ایک اور مقام پر اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَمَا جَعَلۡنَا الرُّؤۡیَا الَّتِیۡ أَرَیۡنَاکَ إِلاَّ فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ (12)

''ہم نے جو رویا (دکھاوا) تجھ کو دکھایا۔ اس کو ہم نے لوگوں کے لئے صرف آزمائش بنایا ہے''

یہ دکھاوا معراج والی رات تھی، جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔(13)''

بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ معراج کے متعلق ہے عربی زبان میں رویا ''دکھاوا'' کو کہتے ہیں یعنی ''جو دیکھنے میں آئے'' اور عام طور سے اس کے معنی خواب کے ہیں۔ لیکن صحیح بخاری میں ابن عباسؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ ''رویا'' کے معنی مشاہدہ چشم کے ہیں، اس سے معلوم ہوا وہ واقعہ معراج خواب نہ تھا بلکہ آنکھوں کا مشاہدہ تھا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

''ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں ''کہ ہم نے جو رویا تجھ کو دکھایا اس کو نہیں بنایا لیکن لوگوں کے لئے آزمائش کہتے ہیں کہ یہ آنکھ کا مشاہدہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا۔ جب آپ کو رات کے وقت بیت المقدس لے جایا گیا۔''(14)

صحابہ کرامؓ اور محدثین عظامؒ کی اکثریت جسمانی معراج کی نہ صرف قائل بلکہ پرزور دلائل سے اس موقف کی تائید بھی کرتی ہے۔ احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ جب فرشتے آپ کو معراج کیلئے لینے آئے تو آپ ﷺ اس وقت ام ہانیؓ کے گھر میں تھے فرشتے آپ ﷺ کو وہاں سے مسجد حرام لے گئے اور وہاں جا کر آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا اور براق پر سوار کر کے بیت المقدس لے گئے۔(15)

معجم طبرانی میں ام ہانیؓ روایت کرتی ہیں۔ ام ہانی کہتی ہیں کہ شب معراج میں آنحضرت ﷺ میرے گھر تھے درمیان شب کے میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ گھر میں موجود نہ تھے میری نیند اڑ گئی اور ڈر یہ ہوا کہ آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے مبادا قریش کا کوئی دشمن آپ ﷺ کے پیچھے نہ لگ گیا ہو (جب صبح ہوئی اور آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ سے میں نے اپنی پریشانی بیان کی) تو آپ ﷺ نے مجھے اسراء اور معراج کا واقعہ بیان کیا تب میرے دل کو تسلی ہوئی۔(16)

اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ واقع معراج خواب نہ تھا۔اور بے شمار روایتوں سے یہ امر منقول ہے کہ آپ ﷺ براق پر سوار ہوکر بیت المقدس تشریف لے گئے اور یہ کہ سواری پر ہی جسم سوار ہوتا ہے نہ کہ روح اور یہ کہنا کہ براق پر سوار ہونا بھی خواب ہی تھا تو یہ صریح آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ کے خلاف ہے اور صحابہ اور تابعین کی تصریحات کے بالکل برعکس۔(17)

تقریباً ۱۴ سو سال گذرنے کے بعد ہم سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو معراج رسول مقبول ﷺ کی حقانیت واضح ہو جاتی ہے۔کس طرح انسان فضاء سے نکل کر خلاء میں جا پہنچا ہے۔رسول رب کائنات تو خالق کائنات کا نمائندہ ہے۔پھر خود پروردگار عالم نے بلایا تھا۔آج بھی اگر کوئی اسے جھٹلاتا اور اس پر تنقید کرتا ہے تو اس کی عقل میں فتور ہے اور ذہن میں کجی ہے۔(18)

(بالفرض) اگر یہ خواب ہوتا تو کفار قریش اس کی تکذیب نہ کرتے اور نہ اس کو محال سمجھتے کیونکہ خواب کوئی اتنی اہم بات نہ تھا۔یہ حقیقت یہ کہ آپ کو واقعہ معراج بیداری میں پیش آیا خواب نہ تھا۔

2۔ ''مصنف'' آپ کی بعثت کا مقصد طاقت کا حصول قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:۔

> "Was he not dominated from the very begining when he first appeared as the Prophet of his people by ambition and the greed for powe."(19)
>
> ''کیا وہ ابتداء ہی سے غالب نہ تھے جب وہ پہلی مرتبہ حوصلہ مندی اور طاقت کے لالچ کے مقصد کے ساتھ اپنے لوگوں کے پیغمبر کے بطور ظاہر ہوئے۔''

''مصنف'' یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ کے پیش نظر کوئی روحانی انقلاب نہ تھا بلکہ یہ معاشی مفادات کا ٹکراؤ تھا جس میں مسلمان اور کفار آمنے سامنے تھے۔اس قسم کی باتیں وہی شخص کر سکتا ہے جو تاریخ کے مسلمہ حقائق سے چشم پوشی کر سکتا ہو۔کفار مکہ نے حضور ﷺ سے بار بار رابطہ قائم کیا تھا۔انہوں نے حضور ﷺ کے چچا ابو طالب کے ذریعے بھی آپ ﷺ سے اپنے رویے میں تبدیلی کرنے کا مطالبہ کیا تھا انہوں نے آپ کو دنیا کی ہر نعمت کا لالچ دیا تھا۔وہ آپ کے قدموں میں دولت کے ڈھیر جمع کرنے کے لئے تیار تھے۔انہیں آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لینے پر بھی کوئی اعتراض نہ تھا وہ آپ ﷺ سے بار بار ایک ہی مطالبہ کر رہے تھے کہ آپ ﷺ ان کے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں، آپ ان کے آباؤ اجداد کو گمراہ کہنے سے باز آجائیں۔(20) سرداران قریش نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم تم کو بادشاہ بنا دیں گے اور اگر تم سردار بننا چاہتے ہو تو ہم تم کو سردار بنا دیں گے۔(21) اگر آپ ﷺ کا مقصد صرف طاقت کا حصول ہوتا تو نہ کفار مکہ حضور ﷺ کو اپنا بادشاہ بنانے کی پیشکش کرتے اور نہ ہی حضور ﷺ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیتے۔جو لوگ مادی مفادات کے لئے کوشاں ہوتے ہیں وہ مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور جب کوئی موقع ہاتھ آجاتا ہے تو کسی قیمت پر اسے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔عتبہ بن ربیعہ، ابوسفیان اور دیگر سرداران قریش نے آپ

ﷺ سے کہا کہ اگر تمھارا مقصد مال جمع کرنا ہے تو ہم اپنے مال سے اس قدر تمھاری نذر کرتے ہیں کہ ساری قوم میں تم بڑے امیر ہو جاؤ گے۔(22) لیکن حضور ﷺ دولت کے پیچھے نہیں بھاگ رہے تھے بلکہ آپ ﷺ توحید کے اس پودے کو لہلہاتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے جس کی تخم ریزی اور آبیاری کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا۔ ابوسفیان سارے مکہ کی دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر کرتا تو آپ اسے کمال شان بے نیازی سے ٹھکرا دیتے لیکن جب اس نے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا نعرہ لگایا تو حضور ﷺ نے اس کو قبول کرنے کے لئے ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہیں کیا آپ ﷺ نے نہ صرف اسے قبول کیا بلکہ اس کے گھر کو دارالامن قرار دیا۔

اگر یہ کشمکش مادی مفادات سے ابھری ہوتی تو فتح مکہ کے موقع پر مکہ کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہتیں اور دنیا مادی مفادات کے تصادم کا وہی ہولناک انجام دیکھتی جو اس نے پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں دیکھا۔ لیکن آپ ﷺ نے قریش سے پوچھا کہ تم کیا خیال کرتے ہو میں تمہارے ساتھ کیسی کاروائی کروں گا۔ قریش نے کہا کہ آپ ﷺ جو کچھ کریں گے آپ ﷺ ہمارے بھائی کریم ابن الکریم ہیں۔ فرمایا اچھا اب جاؤ تم سب آزاد ہو۔(23) حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے قاتلوں پر اپنا دست شفقت اس لئے رکھا تھا کہ آپ ﷺ کا ان سے مادی جھگڑا نہ تھا۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کے پیغام کو تسلیم کرلیا، تو ساری دشمنیاں، ساری رنجشیں اور سارے تنازعے ختم ہو گئے۔ دو متصادم قوتوں کی ایک ہو جانا اس بات کا ناقابل تردید دلیل ہے کہ آپ کا مقصد طاقت کا حصول نہ تھا بلکہ باطل کو غالب کرنا تھا، جس میں باطل کو شکست ہوئی اور باطل کے علمبرداروں نے حق کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ آپ ﷺ نے مکہ کے ارباب اقتدار کی تخت وتاج، زروجواہر کا خزانہ اور حسین سے حسین بیوی کی تمام پیش کشوں کو ٹھکرا دیا۔(24)

اگر آپ ﷺ ان تمام چیزوں کے طالب ہوتے تو ان کے ہاتھوں اتنی مشکلات نہ اٹھاتے۔

معاشی زندگی پر اعتراض

1۔ ''مصنف'' بھی دیگر مستشرقین کی طرح ڈاکہ زنی کو مسلمانوں کا ذریعہ معاش قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:۔

> "The method then which the prophet employed in order to provide sustenance for him self and all his companions, was that of plundering the caravans which passed Madina on the way to or from syria."(25)

> ''پیغمبر (ﷺ) نے اپنی اور اپنے تمام صحابہ کی ضروریات زندگی پورا کرنے کے لئے جو طریقہ اپنایا وہ ان تجارتی کاروانوں کو لوٹنے کا تھا جو شام جاتے ہوئے یا شام سے واپس آتے ہوئے مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے۔''

مستشرق موصوف یہ اعتراض کرتے ہوئے بہت سی تاریخی حقیقتوں کو بھول گئے ہیں۔ وہ یہ بھول گئے کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کے دست حق پر اسلام قبول کیا تھا ان کی اکثریت عرب بدوؤں پر مشتمل نہ تھی بلکہ ان کا تعلق مکہ اور مدینہ کے مہذب شہروں

سے تھا۔ مکہ والوں کا ذریعہ معاش تجارت تھا اور وہ شام سے لے کر یمن تک تجارت کرتے اور یمن سے خوشبوئیں گرم مصالحہ جات اور جڑی بوٹیاں درآمد کرتے تھے۔(26)

مدینہ والے زراعت پیشہ تھے ڈاکہ زنی نہ ان لوگوں کا اپنا پیشہ رہا تھا اور نہ ہی ان کے آباؤ اجداد کا اس لئے یہ کہنا کہ ان کا پیشہ ڈاکہ زنی تھا، سادہ لوح لوگوں کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اپنی گزر بسر کے لئے تجارتی قافلوں کے مال کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ انہوں نے حالات کے مطابق تجارت اور محنت مزدوری کر کے رزق حلال کمانے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کی آبادکاری کے لئے بے نظیر ایثار کے مظاہرے کئے تھے۔(27) مہاجرین کی زندگی گو غربت میں بسر ہو رہی تھی لیکن وہ خوش تھے کہ ان کا پیارا دین روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جو لوگ نہ مغربی ممالک کی استعماری کاوشوں کو ڈاکہ زنی کا نام دیتے ہیں، نہ مشرق وسطی کے تیل پر قبضہ کرنے کے لئے لاکھوں انسانوں کا خون بہانے والوں کو ڈاکو کہتے ہیں اور نہ ہی ان مہذب درندوں کو ڈاکو کہتے ہیں جنھوں نے اپنے سیاسی اور اقتصادی مفادات کی خاطر کروڑوں انسانوں کی انسانی آزادیاں سلب کر رکھی ہیں وہ لوگ خدا کے رحمت للعالمین اور اس کے جانثاروں پر ڈاکہ زنی کا الزام لگاتے ہیں۔ انصاف کا اس سے بڑا قتل ممکن نہیں ہے۔

تبلیغی زندگی پر اعتراض:

1۔ مستشرق "مصنف" مسلمانوں پر یہ الزام لگاتا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کے لئے تلوار کا استعمال کیا بلکہ وہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ اسلام کی اصل مبلغ تلوار ہی ہے وہ لکھتا ہے کہ

> "The satisfaction and joy of victory increased the prophet consciousness of his calling. The thought grew in him that the world must be compelled by force to obey Allah's word and commandments, if preaching did not succeed. Thus even at this time, shortly after the battle of Badr, the principle is formulated which for a reason made, the sword the pirncipals missionary instrument of Islam."(28)

> "فتح کی خوشی اور اطمینان نے محمد کی دل میں اپنی دعوت کا احساس تیز تر کر دیا ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر دنیا تبلیغ کے ذریعے خدا کے احکام کے سامنے نہیں جھکتی تو اسے بزور شمشیر ایسا کرنے پر مجبور کرنا چاہیے۔ بدر کی جنگ کے فوراً بعد طاقت کے استعمال کا اصول وضع کیا گیا۔ جس کی بناء پر ایک مدت تک تلوار ہی اسلام کی تبلیغ کا اصل ذریعہ رہی۔"

''مصنف'' نے حضورﷺ پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ نے اپنے دین کی اشاعت کے لئے تلوار کو استعمال کیا۔اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسلام ایک دین ہے اور دین کا تعلق انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے ہوتا ہے۔اسلام کے نزدیک دینی زندگی اور دنیاوی زندگی کی تفریق کا کوئی تصور موجود نہیں اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے، جبری مذہب نہیں اس سلسلہ میں علامہ شبلی نعمانی یوں بیان فرماتے ہیں۔

''دنیا میں اس حقیقت کا اعلان سب سے پہلے محمدﷺ کی زبان مبارک سے ہوا کہ جبر واکراہ اور زبردستی اسلام کی تبلیغ میں نہیں کی جاسکتی اور ہے اس کا فلسفہ بتایا کہ مذہب زبردستی کی چیز نہیں بلکہ اسلام کا جزو اولین ایمان ہے۔ایمان یقین کا نام ہے اور دنیا کی کوئی طاقت کسی کے دل میں یقین کا ایک ذرہ بھی بزور پیدا نہیں کرسکتی بلکہ تیز سے تیز تلوار کی نوک بھی کسی کے لوح پر دل پر یقین کا کوئی حرف نقش نہیں کرسکتی۔''(29)

ارشاد ربانی ہے:۔

لاَاَ اِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَى (30)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول کو صرف لوگوں تک پیغام الٰہی پہنچانے کا حکم دیا ہے زبردستی منوانے کا نہیں ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ جَاء كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُم (31)

''بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ روسول جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمھارے بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔

قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ:۔

وَقَاتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبِّ الْمُعْتَدِيْنَ (32)

''اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا۔بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔''

حقیقت یہ ہے کہ کسی انسان کو بزور شمشیر مسلمان بنانا ممکن نہیں۔کیونکہ اسلام کی بنیاد ایمان پر ہے اور ایمان کا تعلق دل سے ہے۔تلوار کا وار جسم پر اثر انداز ہوتا ہے اور دل پر نہیں۔تلوار کے ذریعے کسی مسلمان سے کلمہ تو پڑھوایا جاسکتا ہے لیکن کسی انسان کے دل میں عقیدہ توحید ورسالت کی تخم ریزی کرنا ممکن نہیں جو شخص زبان سے کلمہ پڑھتا ہے۔اور اس کا دل توحید ورسالت کے عقیدے سے خالی ہے، اسلامی اصطلاح میں ایسا شخص منافق ہے اور منافق کو اسلام نے عام کافروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے اور بزور شمشیر مسلمان لوگوں کو منافق بنانا کون سی عقلمندی ہے۔اور مستشرقین اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ مدینہ کے منافق حضورﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیم اجمعین کے لئے مکہ کے مشرکوں اور مدینہ وخیبر کے یہودیوں سے کم خطرناک نہ تھے وہ مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔(33)

قرآن کریم وضاحت سے یہ بتاتا ہے کہ آپ کا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں کو بتادیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے اور کون کونسا راستہ جنت و دوزخ کی طرف جاتا ہے۔ان حقائق کی تبلیغ سے آپ کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے۔اب جس کا دل چاہے اسلام قبول کرے اور جو چاہے باطل کی تاریکیوں میں دھکے کھاتا رہے۔ارشاد خداوندی ہے:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ o لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ (34)

''پس آپ انہیں سمجھاتے رہا کریں، آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے آپ ان کو جبر سے منوانے والے تو نہیں۔''

قرآن حکیم نے ایک اور مقام پر واضح الفاظ میں حضور ﷺ کو ہدایت فرمائی ارشاد فرمایا:۔

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ (35)

''ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں پس آپ نصیحت کرتے رہیں اس قرآن سے ہر اس شخص کو جو (میرے) عذاب سے ڈرتا ہے۔''

اگر دنیا کے نقشے پر مسلمانوں کی آبادی کے نقطہ نظر سے نگاہ ڈالیں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنی تعلیمات کی کشش کی وجہ سے پھیلا ہے۔اسی طرح مستشرقین کا یہ الزام بھی جھوٹا ہے اور حضور ﷺ کا دامن دیگر الزامات کی طرح اس الزام سے پاک ہے۔

''غزوات وسرایا کے حوالے سے بھی اعتراض بے بنیاد ہے۔غزوات وسرایا تو دشمن کو مستقل کرنے کے لئے تھے اور ان کا مقصد لوگوں کو بزور شمشیر مسلمان بنانا نہ تھا بلکہ یہ غزوات وسرایا ایسی حکمت عملی کا حصہ تھے جسے چاروں طرف سے دشمنوں نے گھیر رکھا تھا۔لیکن وہ قوم دشمنوں کے درمیان عزت ووقار سے رہنا چاہتی تھی۔رب قدوس نے جس الہامی ہدایات سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا۔یہ قوم ہدایت کی روشنی کو دنیا کے چپے چپے میں پہنچانا چاہتی تھی۔

ازدواجی زندگی پر اعتراض:

1۔ آپؐ کے بارے میں لکھتے ہیں

"No doubt the trait of Muhammad's character most offensive to the christian occident is his sensuality. His lack of moderation and control in this sphere appears worse to us because the common sense christian morality being an heir of ancient asceticism, is based on an exaggerated idea of the sinfulness of the sexual instinct."(36)

''بیشک محمد ﷺ کی خاصیت مغربی عیسائیوں کے لیے بہت ہی ناگوار ان کی شہوانیت ہے۔اس حلقہ میں ان کی

اعتدال کی کمی اور کنٹرول ہمارے لیے بدتر ہے۔ کیونکہ عام فہم عیسائی اخلاقیات قدیم رہبانیت کے وارث ہونے کی بناء پر جنسیاتی جبلت کے گناہ گاری کے مبالغہ امیز خیال پر منحصر ہے''۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

"With apparent amusement the earliest tradition recalls Ayesha's clever saying about her husband's weakness for the opposite sex, and it candidily repeats the saying of the prophet that the women, pleasent odours and prayers are the most precious things in the world."(37)

''حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے اقوال نمایاں دلچسپی کے ساتھ اپنے شوہر کی مخالف جنس کے بارے میں کشش کی یاد دلاتے ہیں اور وہ صاف دلی سے پیغمبر (ﷺ) کا یہ قول دہراتی ہیں کہ عورتیں، خوشبو اور نماز تین چیزیں جن کو انھوں نے اس دنیا میں بہت قیمتی پایا۔''

مصنف کو یہ اعتراض ہے کہ آپؐ جنس مخالف یعنی عورتوں کی طرف رغبت رکھتے تھے اور در پردہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپؐ ایک شہوت پرست انسان تھے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا اپنے جس بندے کو زیادہ نعمتیں عطا فرماتا ہے اسی حساب سے اس کا امتحان بھی سخت لیتا ہے۔ انبیاء کرام کا درجہ ساری مخلوق سے بلند ہے اس لیے ان کی ذمہ داریاں بھی دوسرے انسانوں کی نسبت کٹھن ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر انسانیت کے لیے ایک دستور حیات نازل فرمایا اس دستور کے قوانین عام انسانوں کی کامیابی کی ضمانت تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لیے کچھ خاص قوانین نازل فرمائے جو آپ کے لیے خاص تھے۔ اور اُمت ان قوانین سے مستثنیٰ تھی۔ قانون ازدواج بھی انہی میں سے ایک ہے۔

اُمت کے عام افراد کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہیں۔ جبکہ آپؐ کی ازدواج کی تعداد چار سے زیادہ تھی۔ سیرت کی کتابوں میں ایسی گیارہ خوش نصیب خواتین کا ذکر ملتا ہے جن کو آپؐ نے زوجیت کا شرف بخشا تھا۔

دوسرے مستشرقین کی طرح مصنف کو بھی یہ بات پسند نہیں آئی کہ آپؐ نے اپنی امت کے لیے تو بیویوں کی تعداد مقرر کی اور خود اس پابندی کو قبول نہ کیا۔

اگر ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے پر آپؐ پر الزام عائد کیا جاتا ہے تو یہ الزام اُن دوسرے مذاہب کی محترم ہستیوں پر بھی لگنا چاہیے جو اس پر کاربند تھیں۔ مثلاً ہندو مت کو لیجیے اس مذہب کے اکابرین کی کئی کئی بیویاں تھیں۔

1۔ سری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں۔

2۔ سری کرشن جی کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔

3۔ پانڈوؤں کے راجہ پانڈو کی دو بیویاں تھیں۔

4۔ بچھتر ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔(38)

لیکن مصنف نے نہ تو ہندو راجاؤں کو دو دو اور تین تین بیویاں رکھنے پر جنس پرست کہا اور نہ ہی سری کرشن جی کی سینکڑوں بیویوں کے باوجود اُن پر الزام لگایا۔

یہود ونصاریٰ حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہم السلام کی روحانی عظمتوں کے قائل ہیں اور اُن کو خدا کے برگزیدہ بندے اور نبی تسلیم کرتے ہیں۔اُن کی زندگیوں سے اگر ہمیں تعداد ازدواج پر عمل پیرا ہونے کا ثبوت مل جائے تو یقیناً اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا متعدد عورتوں سے شادی کرنا منہاج نبوت کے عین مطابق تھا اور جس طرح اس عمل سے سابقہ انبیاء کے تقدس میں کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح آپؐ کے تقدس اور عظمت میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

یہود ونصاریٰ کی الہامی کتابیں ہمیں خود بتاتی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین اور حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی چار بیویاں تھیں۔(39)

رسول کریم ﷺ کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے یہ جان لینا ضروری ہے کہ آپؐ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تھا جو عمر میں آپؐ سے پندرہ برس بڑی ہونے کے ساتھ ایک بیوہ، سن رسیدہ اور پانچ بچوں کی ماں تھیں۔کیا کوئی شہوانیت کا دلدادہ نکاح کے لیے ایسی خاتون کو پسند کرسکتا ہے اور پورا عہد شباب اس کے ساتھ بسر کرسکتا ہے؟ پھر ان کے وصال کے بعد آپؐ نے انہی جیسی معمر اور بیوہ خاتون حضرت سودہؓ سے نکاح کیا۔

آپؐ کی شادی کے یہ دونوں واقعے آپ کی شرافت، پاکیزگی، جنسی خواہشات کے معاملہ میں غایت اعتدال، صبر وقناعت اور ضبط نفس کی روشن دلیل ہیں لیکن افسوس کہ موصوف کو ان واقعات میں بھی پیغمبر اسلام کا تعیش اور شہوانیت کا غلو نظر آتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کی ایک سے زائد شادیاں فرائض نبوی کی ادائیگی میں معاونت کے ساتھ ساتھ دیگر کئی معاشرتی اور سماجی مقاصد کی تکمیل پر مبنی تھیں۔

امہات المومنین جزیرہ نمائے عرب کے مختلف طبقات اور قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے بقول ازواج مطہراتؓ کی جغرافیائی تقسیم اور ملک گیر وسعت کے ہمہ گیر اثرات مرتب ہوئے، رسول اکرم ﷺ کی شادیوں میں قریب قریب ہر بڑے قبیلے کی نمائندگی نظر آتی ہے، چونکہ یہ عموماً نہایت شریف خاندان سے تعلق رکھتیں اور بڑے رتبے کی حامل تھیں، لہذا اس کے اثرات بھی دوررس ثابت ہوئے۔(40)

نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات میں غالب اکثریت بیوہ و بے سہارہ خواتین پر مشتمل تھی، چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینب بنت خزیمہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت میمونہؓ تمام بیوہ خواتین تھیں۔ان سے شادیاں کر کے آپؐ نے عظیم مثال قائم فرمائی۔(41)

محسن انسانیتؐ نے وحدت امت اور وحدت انسانی کا عملی تصور پیش کیا، آپؐ نے زمانہ جاہلیت کے کبر وغرور اور فخر وتکبر پر مبنی طبقاتی اور قبائلی نظام کا خاتمہ فرمایا، مساوات انسانی کا درس دیا اور تقویٰ اور پرہیز گاری کو معیار فضیلت قرار دیا۔

رسول کریم ﷺ نے مختلف عرب قبائل میں شادیاں کر کے طبقاتی امتیاز اور قبائلی ونسلی تفاخر پر مبنی عصبیت کا خاتمہ فرمایا۔ آپؐ کی ازواج مطہرات جریزہ نمائے عرب کے مختلف قبائل اور خاندانوں کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ چنانچہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا قبیلہ بنو اسد (قریش) حضرت سودہ کا قبیلہ بنو عامر (قریش) حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قبیلہ بنو تیمؓ (قریش) حضرت حفصہؓ کا قبیلہ بنو عدی (قریش) حضرت زینب بنت خذیمہؓ کا بنو عامر بن صعصعہ (قریش) حضرت ام سلمہؓ کا قبیلہ بنو مخزوم (قریش) حضرت زینب بنت جحشؓ کا قبیلہ بنو اسد بن خذیمہ (قریش) حضرت جویریہؓ کا قبیلہ بنو مصطلق (خزاعہ) حضرت ام حبیبہؓ کا قبیلہ بنو امیہ (قریش) حضرت صفیہؓ کا قبیلہ بنو نظیر (یہود مدینہ) اور حضرت میمونہؓ کا قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ (قریش) سے تعلق تھا۔ (42)

اس طرح یہ حقیقت عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ رسول ﷺ کی شادیوں کے متعدد دینی، معاشرتی اور ہمہ گیر اثرات مرتب ہوئے جوان شادیوں کے بغیر ناممکن تھے۔ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> "The situation is not improved by the fact that upto Khadija's death, that is, until Muhammad was fifty year old, He was content with one wife. At the height of his career, when he was already an aging man, he gave free rein to his sensual impulses."(43)

''یہ کیفیت حقائق سے ثابت نہیں ہوتی کہ خدیجہ (رضی اللہ عنہ) کی وفات تک جبکہ محمد (ﷺ) پچاس سال کے تھے تو وہ ایک بیوی کے ساتھ مطمئن تھے لیکن اپنے مشن کے نقطہ عروج پر جبکہ وہ پہلے ہی ایک بوڑھے آدمی تھے تو انہوں نے اپنے شہوانی جذبات کو کھلی لگام دے دی۔''

لہٰذا اس اعتراض کی تمام تاریخی حقائق تردید کرتے ہیں ان کا یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے۔

''Tor Andrae'' نے محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی معاشرتی، مذہبی، معاشی، تبلیغی اور ازدواجی زندگی پر جو اعتراضات پیش کیے ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں اور تمام تاریخی حقائق ان اعتراضات کی تردید کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی زندگی معاشرتی اور سماجی مقاصد کی تکمیل پر مبنی تھی۔ محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے وحدت اُمت اور وحدت انسانی کا عملی تصور پیش کیا۔ آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے کبر وغرور اور فخر وتکبر پر مبنی طبقاتی اور قبائلی نظام کا خاتمہ فرمایا اور مساوات انسانی کا درس دیا۔

آپ کی سیرت طیبہ ان مزموم اعتراضات سے بالاتر ہے۔ اس تحریر سے مستشرق کے بے بنیاد اعتراضات کو منصۂ شہود پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے اس تحریک کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام ایک کامل مذہب ہے اور اس کی تعلیمات میں لفظی ومعنوی تحریف ممکن نہیں۔

حوالہ جات

1. www.wikipedia.com
2. Ibid
3. Tor Andrae, In the garden of Myrtles: Study in early Islamic Mysticism (State University Press, New York, 1987) p.xiv.
4. Ibid.
5. Tor Andrae, Mohammed the man and his faith,(George and Allen Unwin Ltd, London, 1956). P.6.
6. www.wikipedia.com
7. Mohammad the man and his faith, p.10.
8. Ibid, p.22.
8. Mohammed the man and his faith, P.22.

9۔ ابن اسحاق، محمد، مطلبی، سیرت ابن اسحاق (المغازی)، (مترجم: پروفیسر رفیع اللہ شھاب، مقبول اکیڈمی، لاہور)، ص ۱۰۸۔

10. Tor Andre "Mohammed the name and his faith", P:50

11۔ بنی اسرائیل (۱۷) ۱۔

12۔ بنی اسرائیل (۱۷) ۶۰۔

13۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، احیاء الکتب العربیہ، ۳/ ۴۸۔

14۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹)، (باب الاسراء)، حدیث: ۴۷۱۶، ص ۸۱۶۔

15 کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، معارف القرآن، (فرید بک ڈپو پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، طبع اول، ۲۰۰۱ء)، ۴/ ۴۳۸۔

16 السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الخصائص الکبریٰ، (دارالکتب الحدیثیہ، مصر ۱۳۸۶ھ)، ۱/ ۴۳۹۔

17۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، (مطبعۃ المیمینہ، القاہرہ، ۱۳۸۸ھ)، ۱۰/۱۲، ۱۳۔

18۔ ملیسانی، گوہر، سیرت ہادی برحق ﷺ، (علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵ء)، ص ۲۲۰۔

19. Mohammed the man and his faith,P.47.

20۔ سیرت ہادی برحق ﷺ، ص ۱۲۶۔

21۔ ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک بن محمد، علامہ، السیرت النبویہ، (ترتیب وتہذیب: محمد احسان الحق سلیمانی، مقبول اکیڈمی، لاہور)، ص ۱۵۴۔

22۔ ایضاً، ص ۱۵۴۔۱۵۵۔

23۔ ایضاً، ص ۵۷۷۔

24۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۱۹۹۱ء)، ۱/ ۱۴۳۔

25. Mohammed the man and his faith, P140.

26۔ یوسف الدین، ڈاکٹر، اسلام کے معاشی نظریے، (حیدرآباد دکن، ۱۹۵۰ء)، ۱/۴۸۔۴۹۔

27۔ سیرت النبی ﷺ، ۲/۲۱۹۔

28. Mohammed the man and his faith, P147.

29۔ سیرت النبی ﷺ، ۴/۱۹۶۔

30۔ البقرہ (۲) ۲۵۶۔

31۔ التوبۃ (۹) ۱۲۸۔

32۔ البقرہ (۲) ۱۹۰۔

33۔ سیرت النبی ﷺ، ۲/۲۲۵۔

34۔ الغاشیۃ (۸۷) ۲۱۔۲۲۔

35۔ ق (۵۰) ۴۵۔

36. Muhmmad The Man and His Faith, p.187-188.

37. Ibid, p.190.

38۔ منصور پوری، محمد سلیمان، قاضی، رحمت للعالمین، (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۵ء) ۲/۱۲۷۔

39۔ ایضاً، ۲/۱۲۹۔

40۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول کریم کی سیاسی زندگی (دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۷ء) ص ۲۸۳۔

41۔ ایضاً، ص ۳۱۲۔۳۱۴۔

42۔ رحمت للعالمین، ۲/۱۵۸۔

43. Muhmmad The Man and His Faith, p.188.